مطالعۂ اسلام کا مسیحی اسلوب: تاریخی تناظر میں

Christians' Methodology of the Study of Islam: Historical Perspective

Dr. Riaz Ahmad

PhD Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha/ Assistant Professor Govt. Graduate College Samundri, Faisalabad, Pakistan

Dr. Rafiuddin

PhD Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha /EST Govt High School Shehniwala Jhang

Riasat Ali

PhD Scholar Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan

Abstract

The Christians started study of Islam at the time of revelation on prophet Muhammad (SAW). In the beginning some of their religious persons like Waraqah bin Nofil and Najashi confirmed that Muhammad (SAW) is the Prophet of God and the Holy Quran is a revealed book. But when Islam entered in Christians occupied areas (Syria, Egypt, Spain etc) and these areas went under the control of Muslims and the people of these areas started accepting Islam, the Christians started opposing Islam not only with weapons but also with pen. These opposing attitudes were on peak during the Crusade period and that attitudes are still alive in different forms. In this article, we discussed and analyzed the different periods of Christians' study of Islam in historical perspective and tried to highlight the essence of their so-called research and its methodology and concluded that their study is based on enmity and prejudice and not on facts and figures.

Key words: Christians, Study of Islam, Different Periods

تمہید

کتب تاریخ وسیر اس بات پر گواہ ہیں کہ مسیحی مطالعہ اسلام کا آغاز تو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔یہودی وعیسائی آنے والے نبی کے منتظر تھے۔تورات وانجیل میں نہ صرف آپ ﷺ کی علامات ونشانیاں کا بیان تھا بلکہ اس زمانے کے خدوخال کو بھی بیان کیا گیا تھا جس میں آخری نبی کا ظہور ہونے والا تھا [1]۔جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا تو اس وقت دین عیسوی کے پیروکاروں نے کسی قسم کی خفگی اور ناراضی کا اظہار نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مسیحیت کو دوسرے ادیان کی نسبت مہربان پایا۔قرآن تسلیم کرتا ہے کہ عیسیٰؑ کلام اللہ تھے روح اللہ تھے،، وہ مسیح تھے، خدا کے رسول تھے [2]۔اور ان کی پیدائش عزت مآب کنواری مریم کے بطن سے ہوئی [3]۔ان کا کوئی باپ نہیں تھا وہ اللہ کا ایک معجزہ تھے جو اس کی قدرت مطلقہ کا اظہار تھا [4]۔قرآن اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ پر کتاب انجیل نازل کی [5]۔اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہب نے عیسیٰؑ کے بارے میں یہ سب کچھ تسلیم نہیں کیا۔ابتداء میں مسلمان،عیسائیوں کو یہودیوں اور مشرکین کی نسبت اپنے زیادہ قریب سمجھتے تھے اور ان کا رویہ بھی اسلام کے ساتھ معاندانہ نہ تھا اللہ تعالی نے قرآن میں عیسائیوں کے اس رویہ کی وضاحت اس طرح بیان کی ہے: لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ ٱلنَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلَّذِينَ أَشْرَكُواْ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُواْ ٱلَّذِينَ قَالُوۤاْ إِنَّا نَصَارَىٰ ذٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَاناً وَأَنَّهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُونَ۔ [6] (اے پیغمبر تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے کو کہتے ہیں کہ ہم نصاری ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے)۔

مسیحی مطالعہ اسلام کا آغاز

مسیحی مطالعہ اسلام کا منہج واسلوب ہمیشہ یکساں نہیں رہا بلکہ مختلف ادوار میں مختلف رہا ہے حالات وواقعات کے بدلنے سے انکے طریقہ کار میں بھی تبدیلی واقع ہوتی رہی اسباب کے تبدیل ہونے سے ان کے اہداف بھی تبدیل ہوتے رہے اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے مسیحی مطالعہ ااسلام کو ان چار ادوار میں تقسیم کیا ہے:

دور اوّل: آغاز بعثت سے ساتویں صدی عیسوی کے آخر تک

دور دوم: آٹھویں تا پندرہویں صدی عیسوی تک

دور ثالث: پندرھویں تا انیسویں صدی عیسوی

دور رابع: انیسویں صدی تا عصر حاضر

مسیحی مطالعہ اسلام کا دور اوّل (آغاز بعثت سے ساتویں صدی عیسوی کے آخر تک)

مسیحی مطالعہ اسلام کا آغاز تو حضور ﷺ کی پیدائش کے ساتھ ہی ہو گیا تھا مسیحی مطالعہ اسلام کا یہ دور اول ہے جو ساتویں صدی عیسوی تک چلتا ہے اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ عیسائی علماء اس دور میں حضور ﷺ اور اسلام کا مطالعہ معلومات کے حصول اور جانکاری کے لیے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کیونکہ مسیحیوں کی کتاب مقدس میں آنے والے نبی کی واضح نشانیاں

پیشگوئیاں اور وہ معلومات تھیں جو آخری نبی کے بارے میں ان کو حاصل تھیں۔ مسیحی اپنی کتاب مقدس کی روشنی میں آپ ﷺ کی ذات، اخلاق اور تعلیمات کا مشاہدہ کرتے تھے جو انجیل یوحنا میں مسلسل باب 14 سے 16 تک منقول ہوئیں ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ "لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا"۔[7] لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا"۔[8] اگر ہم تاریخی واقعات پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے ہی عیسائی پادری اور رہبان آپ ﷺ میں وہ آثار وعلامات دیکھتے تھے جو ان کی کتب کے مطابق آخری نبی میں ہوں گی۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے تو یہود کے احبار اور نصاری کے راہب اور عربوں کے کاہن آپ ﷺ کے متعلق حالات کی خبر دیا کرتے تھے۔ احبار اور راہبوں کے علم کا ذریعہ تو وہ تھا جو انھوں نے اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کی صفت اور آپ ﷺ کے زمانے کی صفت کے متعلق پایا تھا اور ان کے انبیاء نے آپ ﷺ کے متعلق ان سے عہد لیا تھا۔[9] اور وہ سب آپ ﷺ کی ذات میں موجود تھیں جن کا اظہار صرف اعلان نبوت ہی سے نہیں ہوا بلکہ یہ علامات ونشانیاں آپ ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری کے ساتھ ہی نمودار ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ سفر شام میں بحیرا راہب کی تصدیق کہ اس لڑکے کی بڑی شان ہو گی صرف بحیرا ہی نہیں بلکہ اسی سفر میں ابن ہشام کے مطابق زُریر، تمّام اور دریس نے بھی جو اہل کتاب میں سے تھے آپ ﷺ کو اسی نظر سے دیکھا [10]۔ جبکہ ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جب آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لیکر شام گئے اور مقام بصری میں آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تو نسطورا راہب نے کہا یہ نبی ہے کیونکہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی دوسرا شخص کبھی نہیں بیٹھا[11]۔ اسے مسیحی مطالعہ اسلام کا آغاز کہا جا سکتا ہے۔ اہل مکہ اکثر تجارت پیشہ تھے ان کے ذریعے بیرونی ممالک میں آپ ﷺ کا تعارف ہو چکا تھا کہ مکہ میں ایک شخص نے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے مسیحی پہلے ہی سے آنے والے نبی کے منتظر تھے آپ ﷺ کا ظہور چونکہ مکہ میں ہوا تھا اور مکہ میں مسیحی تقریباً نہ ہونے کے برابر تھے اور جن کا ذکر ملتا ہے وہ بھی صاحب علم نہ تھے سوائے ورقہ بن نوفل کے، پھر جب آپ ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ہوا تو حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو ورقہ کے پاس لے گئیں جو نہ صرف مسیح تھا بلکہ اس کا شمار ماہر مسیحی علماء میں ہوتا تھا اور وہ اس وقت کافی بوڑھا ہو چکا تھا۔ حالات سن کر اور اس کا جائزہ لے کر اس نے کہا: کہ یہ قدوس، قدوس پاک ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ورقہ کی جان ہے اے خدیجہ اگر تو نے سچ کہا تو یہ وہ ناموس اکبر ہے جو موسی کے پاس آیا کرتا تھا وہ ان کے پاس آپہنچا، بے شک وہ اس امت کا نبی ہے تم ان سے کہہ دو کہ ثابت قدمی اختیار کریں[12]۔ بعثت کے بعد یہ مسیحیت کے مطالعہ اسلام کا آغاز ہے۔ ورقہ نے اپنی مذہبی معلومات کی روشنی میں آپ ﷺ اور وحی کا جائزہ لیا اور اس مطالعہ میں اس نے دو اہم اور بنیادی پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا کہ خدا کی وحی صرف پیغمبر پر جبریلؑ کے ذریعے ہی سے آتی ہے اور دوسرا یہ کہ جس نبی کا ظہور ہونے والا تھا اور جس کے وہ منتظر تھے وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔

آپ ﷺ کے دور میں دوسرا واقعہ نجاشی کا اسلام اور آپ ﷺ کے بارے میں مہاجرین حبشہ سے تحقیق و مطالعہ ہے جب قریش کی سفارت مسلمانوں کو واپس لانے کے لیے نجاشی کے دربار میں پہنچی تو اس نے تحقیق حال کے لیے مسلمانوں کو طلب کیا اور آپ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت جعفرؓ نے بڑے جامع انداز میں آپ ﷺ کا تعارف کروایا[13]۔ اس تعارف پر نجاشی کی تسلی نہیں ہوئی وہ اس کلام کو سننا چاہتا تھا جو نبی ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ بقول حضرت ام سلمہؓ: نجاشی نے کہا کہ اس رسول ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا کیا اس میں سے کچھ تمھارے پاس ہے وہ پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا جس سے نجاشی اور اس کے درباری علماء رو پڑے، اور یہ الفاظ کہے کہ یہ اور جو عیسیٰؑ لائے وہ ایک ہی چیز ہے[14]۔ اسلام کے بارے میں یہ مطالعہ گویا فردِ واحد نے نہیں کیا بلکہ مسیحی علماء کے ایک پینل نے کیا تھا اور کسی نے ان آیات کو رد نہیں کیا۔ ان درباری علماء کی مزید تسلی کے لیے نجاشی نے ایک وفد تشکیل دیا کہ وہ بنفس نفیس مکہ میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے ملیں اور آپ ﷺ کے حالات کا جائزہ لیں آپ ﷺ سے گفتگو کریں اور تحقیق حال کے بعد قبول یا رد کا فیصلہ کریں۔ مکہ میں باہر سے آنے والا یہ پہلا وفد تھا، نصاریٰ کا یہ وفد بیس افراد پر مشتمل تھا جو رسول خدا ﷺ سے مسجد الحرام میں ملاقات سے مشرف ہوا۔ باہمی گفتگو کا آغاز ہوا، جب سلسلہ گفتگو اختتام پذیر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں اور انھیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کی[15]۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے مختلف فرمانرواں کو دعوتی خطوط ارسال کیے ہمارے اس موضوع کے حوالے سے دو خطوط بہت اہم ہیں جن میں سے ایک خط شاہ حبشہ نجاشی کو کو لکھا گیا اور دوسرا قیصر روم ہرقل کو لکھا گیا۔ مسیحی مطالعہ اسلام کے حوالے سے ان کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ ان دونوں کے پاس بے لاگ تحقیق کے سارے ذرائع موجود تھے جس کا انھوں نے بھرپور استعمال بھی کیا یہ دونوں آزاد اور طاقتور حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ مذہب عیسائیت کا وسیع مطالعہ بھی رکھتے تھے اور اس کے علاوہ ان کے دربار میں ہر وقت احبار و رھبان کا ایک جم غفیر بھی موجود رہتا تھا اور ان پر کسی قسم کا بیرونی دباؤ بھی نہیں تھا انھوں نے اسلام کا مطالعہ کس طرح کیا اس کا ذکر سطور ذیل میں کیا جاتا ہے۔ نجاشی کے مطالعہ اسلام کا کچھ ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے لیکن روایات کے مطابق ابھی تک وہ مشرف با اسلام نہیں ہوا تھا اور غالب گمان یہی ہے کہ ۵ نبوی سے ٦ ہجری تک وہ کسی نہ کسی طرح مطالعہ اسلام میں مصروف رہا ہو جس کا ایک ذریعہ تو وہ مسلمان تھے جو اس کے ملک میں موجود تھے اور دوسرا عرب تاجر جو اس کے ملک میں تجارت کی غرض سے سفر کرتے تھے پھر اس نے خود بھی ایک وفد بھیج کر اسلام اور آپ ﷺ کے بارے میں تحقیق کر لی تھی۔ ٦ ہجری میں حضور ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری کو حبشہ کے فرمانروا کی طرف خط دے کر روانہ کیا جس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی[16]۔ ملک النجاشی نے حضور ﷺ کا نامہ مبارک وصول کر کے آنکھوں سے لگایا اور ازراہ احترام اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا[17]۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور حق کی شہادت دی اور کہا اگر مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی استطاعت ہوتی تو ضرور قدمبوس ہوتا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا جواب لکھا جس میں حضور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور جعفرؓ بن ابی طالب کے ہاتھ پر اپنے اسلام کا اظہار کیا[18]۔

حضرت اابو ھریرۃؓ کہتے ہیں کہ جب نجاشی کے انتقال کی خبر آئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اظہار رنج وحزن کیا اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی[19]۔ یہ ہے بے لاگ اور تعصب سے پاک اسلام کا مطالعہ کہ جس کسی نے بھی صداقت جاننے کے لیے اس پر غور کیا وہ اسلام کا گرویدہ ہو گیا اور اس سے اس بات کی بھی نفی ہو گی کہ اسلام تلوار سے پھیلا، اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی سچائی سے پھیلا۔ دوسرا خط آپ ﷺ نے عیسائی بادشاہ ہرقل کو لکھا جسے حضرت دحیہ کلبیؓ لے کر گئے۔ ان دنوں قیصر بیت المقدس آیا ہوا تھا جب اسے خط ملا تو اس نے تحقیق کے لیے ابوسفیان سے کچھ سوالات کیے۔ ابوسفیان کا جواب سن کر قیصر نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر کہا تم نے اسے شریف النسب بتایا، پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانوں سے پیدا ہوتے ہیں، تم نے کہا اس کے خاندان سے کسی نے نبوت کا دعوی نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ خاندانی اثر ہے، تم نے کہا اس کے خاندان سے کوئی بادشاہ نہیں گزرا، اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اسے بادشاہت کی ہوس ہے، تم مانتے ہو اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جو بندوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے، تم نے کہا اس کا مذہب ترقی کر تا جاتا ہے سچا مذہب اسی طرح پھیلتا ہے۔ تم کہتے ہو کہ وہ نماز اور تقوی و پاکدامنی کا حکم دیتا ہے اگر یہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا مجھ کو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہو گا اگر میں وہاں جا سکتا تو اس کے پاؤں دھوتا[20]۔ لیکن حکومت کے لالچ اور درباریوں کے خوف سے اسلام سے محروم رہا[21]۔

مسیحی مطالعہ اسلام کا سلسلہ اس دور میں برابر جاری رہا عرب اور بیرون عرب سے عیسائی وفود حجاز مقدس میں اسلام اور پیغمبر اسلام سے متعلق تحقیقات کرتے رہے اور جنھوں نے تعصب کی عینک اتار کر تعلیمات اسلام پر غور کیا رشد وہدایت ان کا مقدر بنی اور جن کے دامن گیر دنیاوی لالچ رہا وہ اس نعمت خداوندی سے محروم رہے۔ ۹ھ میں سب سے اہم اور اعلی تحقیق جو سامنے آتی ہے وہ وفد نجران کی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کو دعوتی خط لکھا اور اس کی تحقیق کے لیے اہل نجران کا ایک وفد مدینہ حاضر ہوا۔ ابن سعد کے مطابق ان کی تعداد چودہ تھی[22]۔ جبکہ ابن ہشام کے مطابق یہ ساٹھ آدمیوں کا وفد تھا[23]۔ ان میں تین آدمی سید اعاقب اور ابن حارث ان کے سربراہ اور تمام معاملات کے منتظم تھے[24]۔ یہ تمام لوگ اس دعوتی خط کے کے جواب میں تحقیق کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کی طرف بھیجا تھا[25]۔ رسول اللہ نے ان سے کہا اسلام قبول کر لو، انھوں نے کہا ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں، آپ ﷺ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تم خدا کے لیے بیٹا اور صلیب کی پوجا اور خنزیر کھاتے ہو۔ انھوں نے کہا اس کا باپ کون ہے آپ ﷺ خاموش رہے[26]۔ تو اللہ نے یہ آیات نازل کیں إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔[27] (عیسی کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے پہلے مٹی سے بنایا پھر فرمایا باشعور انسان ہو جا تو وہ ویسے ہی ہو گئے۔)

اس ساری گفتگو کے بعد جب وفد نجران کے سربراہ نے حضرت عیسیؑ کے بارے میں قرآنی تشریحات کو ماننے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے قرآنی حکم کے مطابق انھیں مباہلہ کی دعوت دی نہ صرف دعوت دی بلکہ آپ اپنے اہل کے ساتھ اس کے لیے نکل کھڑے ہوئے[28]۔ جب انھیں مباہلہ کی طرف بلایا گیا تو انھوں نے انکار کر دیا، ااور جزیہ پر راضی ہو گئے کیونکہ جب ان کے سردار عاقب نے جان لیا کہ اگر اس (ﷺ) سے مباہلہ کیا تو آگ کی وادی میں چلے جائیں گے۔ بے شک محمد ﷺ نبی

مرسل ہیں، تم جانتے ہو کہ عیسی نے ان کی خبر دی تھی، پس انھوں نے مباہلہ ترک کر دیا اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گئے، انھوں نے ہر سال بطور جزیہ ایک ہزار جبہ (حلہ) صفر اور ایک ہزار رجب میں دینے پر رسول اللہ سے صلح کر لی۔[29] اس دور میں عیسائیوں کو اسلام کے بارے میں کوئی خاص پریشانی اور سروکار نہیں تھا بلکہ یہ محض معلومات کے لیے اسلام اور پیغمبر اسلام کا مطالعہ کرتے تھے اس دور میں اسلام، قرآن اور پیغمبر ﷺ پر کوئی تنقیدی حملہ نہیں ہوا۔ اس لیے اس دور کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مطالعہ اسلام کرنے والے اکثر عیسائی مسلمان ہوئے اور جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں بھی کیا انھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں اچھے الفاظ استعمال کیے، طعن و تشنیع اور بہتان طرازی سے احتراز کیا۔ اس دور میں اسلام اور عیسائیت میں جو اکا دکا جنگی واقعات پیش آئے وہ مذہبی کم اور سیاسی زیادہ تھے اور دونوں طرف سے ان کا مقصد سرحدات کی حفاظت اور ان کو ایک دوسرے کے اثرات سے محفوظ بنانا تھا یہ ہلال اور صلیب کی جنگیں نہیں تھیں۔

مسیحی مطالعہ اسلام کا دور ثانی: (8 تا 15 صدی عیسوی)

مسیحی مطالعہ اسلام کا دوسرا دور آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے یہ وہ دور تھا جب اسلام خطہ عرب سے نکل کر ارد گرد کے علاقوں میں پھیلنا شروع ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلام اتنی سرعت اور تیزی سے پھیلا کہ راستے کی تمام رکاوٹوں کو خش وخاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ اس وقت کی دو عظیم طاقتیں اس کے سامنے سرنگوں ہو گئیں اور رومی ایمپائر جس پر مسیحیت کو بڑا ناز تھا۔ زمیں بوس ہو گیا اور رومی سلطنت کے زرخیز علاقوں مصر، شام اور فلسطین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ وہ علاقے تھے جہاں پر مسیحی اکثریت میں تھے۔ اس دور میں نہ صرف اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا بلکہ لوگوں کے مشرف باسلام ہونے میں بھی تیزی آگئی۔ مسیحیت کی تعداد میں آئے روز کمی اور اسلام کے ماننے والوں میں اضافے نے مسیحی ایوانوں میں ہلچل مچا دی۔ مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اور عسکری میدان میں مسیحی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور دوسری طرف وہ مسیحیت پر اسلام کے تفوق کو تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ ان حالات میں عداوت و بغض کا پیدا ہونا ایک فطری بات تھی۔ اس مخالفت میں اس طبقہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جن کے مفادات سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ یہ طبقہ مسیحی پادریوں کا تھا۔ انھوں نے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں اور ایسے طریقہ کار اپنائے گئے جس سے اسلام کی ارفع و اعلی تعلیمات میں شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں۔ اسلام کی بنیادوں پر ایسے حملے کیے جائیں جس سے ان کی وقعت لوگوں کے نزدیک ختم ہو جائے اس لیے ان کا خاص ہدف قرآن، حدیث اور رسول اللہ ﷺ کی ذات بنی۔[30] اس سلسلے میں پہلا نام یوحنا دمشقی (676-749ء) کا آتا ہے یہ اموی دربار میں ملازم تھا اس کا تعلق شام کے ایک عرب عیسائی گھرانے سے تھا اس نے مدارس اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ اسے عربی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے وہ بخوبی آشنا تھا۔ اس دور میں مسلمانوں کو حضرت اسماعیل کی نسبت سے اسماعیلی کہتے تھے اس لیے اس کی کتابوں میں مسلمانوں کو اسماعیلی کہا گیا ہے[31]۔ اس نے اسلام سے متعلق دو کتابیں لکھیں ایک محاورۃ مع مسلم اور دوسری ارشاد النصاری فی حول المسلمین[32]۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے باضابطہ تحریری طور پر اسلام اور پیغمبر اسلام پر دشنام طرازی کی اور بعد میں آنے والے تقریباً تمام عیسائی علماء نے اس کی تقلید کی اور اسی کی کہی ہوئی باتوں کو مختلف انداز میں پیش کیا[33]۔ دوسرا شخص جس نے

اسلام پر تنقیدی کتاب لکھی تھیوفانس(Theophanes758-822AD) تھا اس کی کتاب کا نام حیاتِ محمد تھا۔ وہ اپنی کتاب میں اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ محمد(ﷺ) خدا کے پیغمبر نہیں تھے بلکہ آپ نے اسلام کی تعلیمات کو شام کے یہودی اور عیسائی علماء سے حاصل کیا تھا اور آپ کے پیروکار آپ کو مسیح موعود سمجھتے تھے۔[34]

اس ابتدائی دور کی تیسری اہم شخصیت عبد المسیح ابن اسحاق الکندی ہے یہ ایک مشرقی عیسائی تھا اس کو سپین میں ایک سید زادے نے تحریری طور پر اسلام کی دعوت دی جس سے اس عیسائی کو اسلام پر حملہ آور ہونے اور عیسائیت کا دفاع کرنے کا موقع مل گیا[35]۔ ان کے علاوہ سعید بن بطریق (said bin Bitriq)ابوالفرج بن عبد میلاتی (Abul-Faraj bin Ibdimalati)اور ایگس(Eulogious) اس دور کے نمایاں مسیحی علماء تھے[36]۔ اس دور میں یورپی عیسائیوں کی اسلام سے شناسائی مختلف طریقوں سے ہوئی جن میں عرب تاجر، سفارت کار، مذہبی پیشواء، شاعر، مصور، عورتیں اور بچے نیز ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے جو بیت المقدس زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور جب یہ لوگ واپس اپنے ملکوں کو لوٹتے تو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں عجیب وغریب قصے اور کہانیاں بیان کرتے جن میں کچھ مسلمانوں کی سفاکی اور ظلم وبربریت کے قصے اور کچھ قرآن مجید اور رسول ﷺ کے متعلق بے سروپا باتیں بیان کرتے۔ پھر یہی من گھڑت قصے اور کہانیاں، ناولوں، افسانوں، نظموں، ڈراموں اور لوک روایات کی صورت میں سینہ بسینہ آگے چلتی رہیں جس سے یورپی عیسائیوں کا اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مجموعی طور پر منفی تاثر پیدا ہوا۔ پھر جب اسلام ایشیاء اور افریقہ سے نکل کر یورپ میں داخل ہو گیا اور سپین کی سرحدات سے آگے فرانس کے دروازے پر دستک دینے لگا تو وہ خطرہ جسے وہ بیت المقدس اور اس کے ارد گرد دیکھ کر گھبرائے ہوئے تھے۔ اب ان کے اپنے گھروں تک پہنچ چکا تھا۔ جنگی محاذ کے ساتھ ساتھ وہ اس کا سدباب فکری میدان میں بھی کرنا چاہتے تھے اس لیے عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف ہر سچی جھوٹی بات کو کھلے دل سے تسلیم کیا گیا چونکہ یہ غیر معقول اور ماوراء العقل باتیں اسلام کے خلاف تھیں اس لیے ان پر کسی غور وفکر کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جاتی تھی۔

اس دور میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے تاریخ کا دھارہ ہی بدل کر رکھ دیا یہ صلیبی جنگوں کا آغاز تھا۔ صلیبی جنگیں اسلام اور مسیحیت کے درمیان قرون وسطی میں سب سے بڑا حادثہ تھیں ان جنگوں کے اسباب واقعات اور نتائج پر دونوں اطراف سے بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جارہا ہے۔ ان جنگوں سے نہ صرف جغرافیائی تبدیلیاں واقع ہوئیں بلکہ دونوں کی سوچ اور فکر پر ایسے اثرات مرتب ہوئے جن کے اثرات اب تک باقی ہیں[37]۔ اس دور میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق بہت سی بے سروپا باتیں زبان زد عام تھیں۔ یہ لوگ اسلام کی فتوحات کو جادو کہتے کہ اس (محمد ﷺ) نے غلط معجزات دیکھا کر لوگوں کو اپنے پیچھے لگایا، قرآن کے بارے میں کہتے کہ ایک بیل لوگوں کو کچلتا ہوا ظاہر ہوا جس کے سینگوں کے درمیان قرآن تھا وحی کے بارے میں کہتے کہ کبوتر سدھایا ہوا تھا جو آپ کے کانوں سے دانے چنتا اور آپ(ﷺ) اسے وحی بتاتے، محمد ﷺ اور مسلمانوں کو غلط اور برے ناموں سے پکارتے تھے[38]۔

اس دور میں اسلام سے متعلق لکھنے والے مشہور عیسائی عالم یوحنا دمشقی(م۷۴۹ء)، تھیوفین(Theo 757-818AD phane)، عبد المسیح ابن اسحاق الکندی، (Said bin Bitriq941-877)، Abul Faraj ibn lbdimalati، بطرس

المکرم(1094-1156AD Peter the venerable) یہ فرانس کا راھب تھا اس نے مسلم علماء سے مناظرے کے لیے کتابیں لکھیں۔ اس نے قرآن کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔ یہ قرآن کا پہلا ترجمہ تھا[39]۔ رابرٹ چیسٹر(Robert of 1148 AD Chester) اس نے بھی قرآن کا ترجمہ کیا[40]۔ مارتینی(R.Martini1230-1284AD) یہ قرآن کا ماہر اور اس نے مسلم اور بخاری یاد کی ہوئی تھی[41]۔ اس دور میں عیسائیوں کی ساری علمی زندگی پر ارباب کلیسا کا قبضہ تھا پاپائے اعظم اور اس کے جانشین مسلمانوں سے تعصب رکھنے کے باوجود ان کے علوم حاصل کرنے کی سعی بھی کرتے عربی کتب اور رسائل کو جمع کرتے۔ طب، فلکیات، زراعت اور قانون پر مسلمانوں کی تصانیف کا ترجمہ لاطینی اور فرانسی میں ہوا، ابن رشد، جابر بن حیان، ابن سینا کی کتابوں کے تراجم ہوئے[42]۔

مسیحی مطالعہ اسلام کا دور ثالث (پندرہویں تا انیسویں صدی عیسوی)

تیسرا دور مسیحیت (یورپ) کی بیداری پندرہویں صدی عیسوی سے اٹھارہویں صدی عیسوی تک چلتا ہے۔ اس دور میں یورپ میں عام بیداری پیدا ہوئی۔ کلیساء کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سیاسی، تعلیمی اور سماجی اصلاحات شروع ہوئی اور مطالعہ اسلام میں تیزی کے ساتھ ساتھ واضح اور مثبت تبدیلی بھی رونما ہوئی۔ وہ تعصب اور تنگ نظری جو سابقہ دور کا طرہ امتیاز تھی اس میں نہ صرف کمی واقع ہوئی بلکہ اس کی جگہ تحقیق اور عربی کتب سے استفادہ نے لے لی۔ سنی سنائی باتوں پر یقین کی بجائے اصل کتب کی طرف رجوع کیا جانے لگا جس کے لیے عربی کتب کے قلمی نسخے تلاش کیے گئے۔ صنعتی انقلاب نے یورپی ممالک میں استعمار اور ملک گیری کی نئی خواہشات کو بیدار کر دیا۔ اب یورپین اقوام نے مسلمان ملکوں پر للچائی ہوئی نظریں ڈالنا شروع کر دیں۔ ان حالات میں اسلام کی طرف کھلا ہوا عناد مصالح کے منافی نظر آنے لگا۔ مسلمان ممالک پر اقتدار کے مضبوط پنجے جمانے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ایک پیچ وخم، ان کے افکار واحساسات کی ایک ایک خلش اور ان کے سماجی رجحانات اور دینی شعور کے ایک ایک نشیب و فراز کا پتہ لگایا جائے۔ محکوم کے دل و دماغ تک پہنچے بغیر حکمران کی کوئی ساحری کامیاب نہیں ہو سکتی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یورپین ممالک نے سب سے پہلے اپنی یونیورسٹیوں کی طرف دیکھا اور ہمت افزاجواب پایا[43]۔ عیسائی علماء کو اس بات کی ترغیب دی گئی کہ وہ عربی سے واقفیت پیدا کریں اور ان کے لیے اس کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ مطالعہ اسلام کے لیے اداروں میں عربی کے شعبہ جات قائم کیے گئے۔ 1500ء میں پیرس میں college de France بنایا گیا اور 1530ء میں وہاں پر عربی کا شعبہ قائم کیا گیا[44]۔ 1631ء میں ہالینڈ میں یونیورسٹی آف لینڈن میں اور 1632ء میں کیمبرج اور 1634ء میں آکسفورڈ میں عربی کا شعبہ قائم کیا گیا[45]۔

ان اداروں کا قیام مغرب کے اندازِ فکر میں اہم سنگ میل تھا۔ سترھویں صدی میں سیاسی اعتبار سے اسلام ان کے لیے خطرہ نہ رہا تھا جس بنا پر یورپ کا ذہن اسلام کے خوف سے آزاد ہو چکا تھا۔ عربی نسخوں کے تراجم سے حقائق کھل کر سامنے آنے لگے خود مغربی مصنفین نے اپنے لٹریچر سے وضعی مواد کو خارج کرنا شروع دیا تھا۔ اڈورڈ پوکاک نے جو آکسفورڈ میں شعبہ عربی کا صدر تھا یہ کہہ کر خبر دار کیا "معلق تابوت کی کہانی پر مسلمان دل کھول کر ہنستے ہیں اور اسے محض عیسائیوں کی اختراع قرار دیتے ہیں[46]۔ ان کتب کے شائع ہونے سے سابقہ انداز بدلنے لگے اور ایسے مصنفین سامنے آنے لگے جنھوں نے زبانی علم کی بجائے تحقیق کو

اپنایا۔ جن میں ہالینڈ کے پروفیسر ایچ رونالڈ (H-Roland) بھی تھے۔ اس نے 1704ء میں ، H-Roland de religione Mohammedica libri duo نامی کتاب لکھی اور کہا کہ ہمیں اسلام سے متعلق تاریخی سچائی کو تسلیم کرنا چاہیے۔ Edward Sale (1730-1797) نے قرآن کا ترجمہ کیا اور اس کے مقدمہ میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے مشن کی تعریف کی۔ Boulainvilliers نے Life of the Prophet میں اسلام کو عیسائیت سے بہتر قرار دیا۔ Goethe کی کتاب Mahomet 1770ء میں شائع ہوئی اس نے اسلامی مشن کو اچھے الفاظ میں یاد کیا۔ Turpin کی Life of Muhammad 1773ء میں شائع ہوئی اس میں بھی محمد ﷺ کے بارے میں اچھے ریمارکس ہیں[47]۔

اس زمانہ میں صلیبی دور کا کھلا ہوا معاندانہ انداز مصلحتاً ترک کر دیا گیا۔ لیکن مقصد کے نشتر تیز تر ہو گئے۔ اب ساری جدوجہد کا رخ اس طرف تھا کہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر مرعوب کر کے انھیں احساس کمتری میں مبتلا کر دیا جائے کہ وہ ہر معاملہ میں ہدایت ورہبری کے لیے مغرب کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوں۔ تشکیک اور شبہات کے ذریعہ ان کے قوائے ذہنی کو اس طرح مفلوج کر دیا جائے کہ وہ نہ صحیح سمت قدم اٹھا سکیں اور نہ صحیح زاویہ نگاہ سے چیزوں کا جائزہ لے سکیں۔ پوست پلائے ہوئے انسان کی طرح نہ اعضاء ان کے قابو میں ہوں، نہ قوائے ذہنی پر ان کا بس چلے[48]۔ جوں جوں یورپ میں اسلام پر مطالعہ وسیع ہوتا چلا گیا اصل اور بنیادی ماخذ تک ان کی رسائی ممکن ہوتی گئی۔ عربی کو جاننے والے لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی توں توں پرانی من گھڑت اور افسانوی کہانیاں دم توڑتی گئیں۔ ایسے مصنفین سامنے آئے جو گیارھویں اور بارھویں صدی کی من گھڑت کہانیوں کی مذمت کرنے لگے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام پر الزامات اس دور میں ختم تو نہیں ہوئے مگر کم ضرور ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس دور میں مغربی اقوام کو براہ راست اسلام اور پیغبر اسلام ﷺ کے مطالعہ کا موقع ملا۔ مسلم کلچر اور علوم اسلامیہ سے ان کا سابقہ پڑا، مسیحی علماء، سیاح ان ممالک کا دورہ کرنے لگے۔ جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے وہ اس سے بہت مختلف تھا جو لاطینی اور بزنطینی روایات میں پایا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مفتوح اسلامی ممالک سے معاشی دولت کے ساتھ ااسلامی علوم و فنون، مسودات و مخطوطات کے نادر نسخوں کی دولت اور مسلمانوں کی صدیوں کی علمی وفکری کاوشوں کے خزینے لے اڑے اور ان کے مطالعہ سے ان کی سوچ میں تبدیلی واقع ہوئی۔ حتی کہ خود یورپی مصنفین اپنے پیش روؤں کی ان افسانوی کہانیوں پر شرمندگی محسوس کرنے لگے۔ Bosworth Smith لکھتا ہے۔

> We cannot imagine what the Muslim will say on hearing all those stories and song about Islam in vogue in Europe during the medieval ages all these stories and poems are filled with jealously and enmity due to the ignorance of the religion of the Muslim.[49]
>
> (ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ مسلمان قرون وسطی کی ان تمام کہانیوں اور نظموں کے بارے میں کیا کہتے ہوں گے جو مسلمانوں کے مذہب سے لاعلمی کی بنا پر حسد اور دشمنی سے پر تھیں۔)

مسیحی مطالعہ اسلام کا دور رابع (انیسویں صدی تا عصر حاضر)

اس دور کے مطالعہ سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ انیسویں صدی کے یورپ کی اہم ترین خصوصیت مذہب کی مخالفت ہے۔بڑے بڑے مفکر، فلاسفر اور سیاستدان سب نے ہی حسب استطاعت مذہب کی دل کھول کر خبر لی۔ ہیگل، فیورباخ،مارکس، اینگلز، وبر گویا ہر شخص نے مذہب پر تند و تیز حملے کیے۔ مذہب پر تنقید کرنا ایک عام فیشن بن چکا تھا جو لوگ زیادہ جری اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے انھوں نے اپنے مذہب پر تنقید کرنے سے بھی گریز نہیں کیا اور جن میں اتنی جراء ت نہ تھی انھوں نے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے دوسرے مذاہب کو منتخب کیا۔ اسلام چونکہ اس دور میں تنقید کے لیے ایک آسان حریف تھا اور ان کے عوام میں بھی اس کام کو زیادہ پزیرائی ملتی تھی اس لیے اس چاندماری کے لیے اسے منتخب کیا گیا۔ اس دور میں مسیحی مطالعہ اسلام کو بہت وسعت ملی۔یورپین تہذیب کے غلبہ اور برتری کا طریقہ کار اپنایا گیا۔ مسیحی علماء، تعلیمی ماہرین اور مشنریز نے اسلام اور اسلامی تہذیب پر عیسائیت، عیسائی تہذیب اور یورپ کی برتری کا راگ الاپنا شروع کیا۔ کیونکہ اس دور میں عیسائیت کو اسلام پر سیاسی غلبہ حاصل تھا تقریباً تمام اسلامی ممالک ایک ایک کر کے مغربی تسلط کا شکار ہو گئے۔ ان کی مذہبی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی حالت روز بروز روبہ زوال تھی اس کے برعکس مسیحی دنیا ہر میدان میں ترقی کے زینے چڑھ رہی تھی۔ مسیحیوں کے مطالعہ اسلام کے لیے باقاعدہ سوسائیٹیز قائم کیں۔ جن میں پیرس میں 1822ء ایشاٹک سوسائٹی(Asiatic society) قائم ہوئی۔ 1827ء ائرلینڈ میں رائل ایشاء ٹک سوسائٹی (Royal Asiatic Society) قائم ہوئی۔1842ء میں امریکن اورنٹیل سوسائیٹی (American oriental society) قائم ہوئی اور ایسٹ جرمن سوسائٹی(East Germen society) کا قیام 1845ء میں عمل میں لایا گیا۔ اور ان سوسائیٹیز کے زیر سایہ رسائل و جرائد اور میگزینز کا اجراء عمل میں لایا گیا۔ مسلم ممالک پر ان کا تسلط قائم ہو جانے کی وجہ سے مشنریز کو کھلم کھلا عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کو بدنام کرنے کا موقع مل گیا[50]۔

اس دور میں مسیحیوں نے مطالعہ اسلام سے دوہرا فائدہ اٹھایا ایک طرف تو انھوں نے اپنی تحریروں سے مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھیں سیاسی، معاشی اور اخلاقی طور پر کم تر اور گھٹیا ہونے کا احساس دلایا اور انھیں یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ ان کی بقا صرف اور صرف فاتح حکمرانوں کی غلامی اور تابعداری میں ہے اور دوسری طرف مذہبی طور پر انھیں یہ احساس دلایا کہ عیسائی مذہب ہر طرح اسلام سے بہتر اور اعلی ہے۔ اس دور میں مسیحی سکالرز نے اسلام پر مطالعہ کے نئے نئے میدان متعارف کروائے اور اسلام کو مغربی دنیا کے لیے ایک نئے انداز میں پیش کیا۔ مسلمان جو عرصہ دراز سے ان کے زیر تسلط غلامانہ زندگی گزار رہے تھے اس کو مزید طول دینے کے لیے مطالعہ اسلام کے لیے وہ لوگ آگے بڑھے جو مغربی نو آبادیاتی نظام میں آفیسر تھے۔ اور دوسرے وہ لوگ پیش پیش تھے جو مشنری جذبے کے تحت ان علاقوں میں مسیحیت کی تبلیغ میں مصروف تھے۔ اس دور میں مسیحیوں کے اسلام کا مطالعہ اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس دور میں بے شمار کتب، رسائل وجرائد، جرنلز، آرٹیکلز، تنقیدی مضامین، تراجم اور رپورٹیں منظر عام پر آئیں۔ انیسویں صدی تک یورپ کی تمام زبانوں میں قرآن، حدیث، سیرت، مغازی اور اہم تاریخوں کے تراجم ہو چکے تھے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ بخاری،

مسلم، مشکوۃ المصابیح، واقدی کی مغازی، ابن ہشام کی سیرت رسول ﷺ، تاریخ بغداد، تاریخ ابو الفداء، سمہودی کی تاریخ مدینہ، ابن قتیبہ کی تاریخ معارف، مسعودی کی تاریخ مروج الذہب، تاریخ یعقوبی، تاریخ طبری، اور ابن سعد کی طبقات ابن سعد قابل ذکر ہیں۔ ان اصل تصنیفات سے واقف ہونے کے بعد انیسویں صدی کے لٹریچر میں نمایاں تبدیلی آئی۔ گوئٹے، کارلائل، باس سمتھ، جان ڈیون پورٹ، کیتانی، ڈوزی، رینان، ٹائن بی، اور اسمتھ سدیو سب کے سب انیسویں صدی کے مشاہیر ہیں۔ جن کی تحریروں میں یہ شعوری کوشش پائی جاتی ہے کہ حقائق کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ محققین کے ایک بڑے گروہ نے تاریخ اسلام اور سیرت پر آزادانہ تحقیق کر کے کثیر تعداد میں کتابیں لکھیں[51]۔ لیکن اس سب کے باوجود قرون وسطی کے دور کے من گھڑت اور بے بنیاد الزامات اسی طرح نقل ہوتے رہے گو ان میں کمی تو ضرور ہوئی مگر ختم نہیں ہوئے۔

اس دور کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ سابقہ ادوار میں مسیحیوں نے مطالعہ اسلام کے سلسلہ میں جو محنت و مشقت اٹھائی، اس پر عیسائی حکومتوں نے جو اخراجات برداشت کیے تھے اب انھیں اس کا ثمرہ اس صورت میں ملنا شروع ہوا کہ مسلم ممالک کے وہ طلباء جو اعلی ڈگریوں کے حصول کے لیے مغرب کی یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ان میں کثیر تعداد ان طلباء کی ہوتی ہے جو قرآن و حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ اور اسلامی ثقافت کا علم ان مسیحی سکالر (مستشرقین) کے زیر سایہ حاصل کرتے ہیں۔ ان کی کتب سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں جس سے ان کے اذہان پر ان مسیحی علماء کا ایسا اثر ہوتا کہ وہ آنکھیں بند کر کے ان کی تحقیقات کو نہ صرف من و عن تسلیم کرتے بلکہ اسلامی علوم (قرآن و حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ) پر انھیں حرف آخر مانتے ہیں۔ اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں جابجا ان کے حوالے دیتے ہیں۔ ان سکالرز کی زبانی ان کی تعریف سن کر عام آدمی اور اسلامیات کے طلباء میں بھی ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور عوام میں ان کا اثر ورسوخ بڑھتا ہے۔ جس کام کے لیے انھیں مشنریز اور مبلغین کو تیار کرنا پڑتا تھا ان پر بے بہا سرمایہ خرچ کرنا پڑتا تھا اسی کام کو ہم مسلمان بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں ان کی زبان سے قرآن و حدیث، سیرت، فقہ، تعدد ازدواج اور اسلامی تاریخ پر انھیں اعتراضات کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے جو گولڈ زیہر، ولیم میور اور منٹگمری واٹ وغیرہ کی زبانوں سے سنائی دیتی تھی[52]۔ یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں صرف مذہبی علوم اور مذہبی لوگوں کی سوچ اور فکر پر ہی کام نہیں کیا جاتا بلکہ ان جامعات سے فارغ التحصیل سیاسی لوگ بھی جب اپنے اپنے اسلامی ممالک میں آکر بڑے بڑے عہدوں پر براجمان ہوتے ہیں تو وہ اپنے اختیارات کے بل بوتے پر مذہب پر جدیدیت اور روشن خیالی کے نام پر مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ جس میں نصاب تعلیم ان کا سب سے پہلا ہدف ہوتا ہے۔ اس میں ایسی تبدیلیاں کی جاتی ہیں جس سے اسلامی ثقافت، اسلامی پہچان، اور اسلامی روح کو اگر ختم نہیں کر سکتے تو کمزور کرنے کی ضرور کوشش کرتے ہیں۔ کیرائل بنارنڈ نے کھل کر اپنی ترجیحات کا ذکر کیا ہے۔

> The focus will be on education and youth, since “committed adult adherents of radical Islamic movements are unlikely to be easily influenced into changing their views. The next

generation, however, a conceivably be influenced if the message of democratic Islam can be inserted into school curricula and public media in the pertinent countries.[53]

(توجہ تعلیم اور نوجوانوں پر ہوگی کیونکہ ایسے نوجوان جو کسی بنیادی اسلامی تحریک کے پیروکار ہیں ان کے خیالات کی تبدیلی پر آسانی سے اثر انداز نہیں ہوا جا سکتا ہے، تاہم نئی نسل کو نصاب میں تبدیلی کر کے اور پبلک میڈیا کے ذریعے مناسب ممالک میں جمہوری اسلام کے لیے قائل کر سکتے ہیں۔)

امریکن مسلم پرسپیکٹو نے اپنی رپورٹس (AMP Reports – American Muslim Perspective) میں اس بات کا ذکر کیا ہے جو مسلم ممالک میں نصاب تعلیم سے قرآنی آیات کے اخراج کے لیے ہو رہی ہیں۔

Efforts are already underway to eliminate Quranic verses from school text books in Muslim countries. In Pakistan, Musharraf government is trying to eliminate Quranic verses from school text books amid mounting opposition from religious and non-religious political parties. In 1990s Kuwaiti Education Minister, Dr. Rubai, was forced to resign when he ordered deletion of the Quranic verses from the school text books.[54]

اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ لوگ صرف تعلیم پر ہی اپنی توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں بلکہ تمام شعبہ ہائے زندگی خواہ اس کا تعلق سیاست سے ہو یا معاش سے یا معاشرت سے ہر ایک پر ایسے انداز میں حاوی ہوتے ہیں کہ ان تمام شعبہ ہائے زندگی سے اسلامی روح نکل جائے۔

خلاصۂ بحث

مسیحی مطالعہ اسلام کے اس تاریخی جائزہ سے یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر دور میں مسیحی مطالعہ اسلام کے اسباب اور طریقہ کار مختلف رہا۔ اگر ہم آغاز اسلام کا دور دیکھتے ہیں تو مطالعہ اسلام کا سبب اسلام کے بارے میں معلومات کا حصول اور جانکاری نظر آتا ہے عیسائی یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ اس کی تعلیمات کیا ہیں؟ یہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے اور کن باتوں سے روکتا ہے۔ اور کیا یہ وہی نبی ہے جس کا ذکر انکی کتب میں پایا جاتا ہے؟ آیا وہ علامات و نشانیاں اس میں پائی جاتی ہیں جو آخری نبی میں ہونی چاہیے۔ جبکہ دوسرے دور میں اسلام عرب سے نکل کر عجم میں داخل ہوا اور عیسائیوں کے زیر نگیں علاقوں پر اس کو پذیرائی حاصل ہوئی تو ان کا انداز بدل گیا۔ مسلمانوں کی فتح کو یہ لوگ صلیب کی شکست گردانتے تھے اور ان علاقوں میں اسلام کی اشاعت کو عیسائیت کی شکست خیال کرتے۔ اس وجہ سے ان میں تعصب کا پہلو نمایاں طور پر

ابھر سامنے آتا ہے یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جس سے نبی ﷺ کی ذات اور قرآن کی اہمیت کو کم کیا جاسکے اور لوگوں خاص طور پر عیسائیوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے متنفر کیا جائے۔ نشاۃ ثانیہ اور اس کے بعد کے ادوار میں یورپ کا علمی، معاشی معاشرتی اور ذہنی تفوق اور مسلمانوں کی معاشی، تہذیبی، معاشرتی اور علمی گراوٹ کے ساتھ ساتھ شدت پسندی، انتہا پسندی اور دہشت گردی کا پرچار مسیحی مطالعہ اسلام کا نمایاں پہلو ہے۔

References

[1]Genesis 25:17, 16:21, Jhon, 16:13
[2]An-Nisa 4:171.
[3]Al-Anmbia 21:91.
[4]Aali Imran 3:59.
[5]Al-Ma'idah 5:43.
[6]Al-Ma'idah 5:82.
[7]Gospel of John, 15:26.
[8] Gospel of John, 14:7.
[9]Abdul Malik Ibn-e-Hisham, *Seeratulnabi* (Lahore:Shaikh Ghulam Ali and Sons,1:228.
[10]Ibn-e-Hisham, 1:204-207.
[11]Muhammad bin Abdul-Wahab, *Mukhtasar Seerat Al Rasool* (Jhlum:Jamia Uloom Ashria,1990),39, Ibn-e-Hisham,1:211
[12]Muhammad Ibn Ismaeel al-Bukhari,, *Saiheeh Bukhari* (Lahore: Maktaba Rahmania),65 Hadith,3,
[13]Ibn-e-Hisham,1:264
[14]Ibn-e-Hisham, 1:369
[15]Ibn-e-Hisham, 1:370Ibn e Kathar, Ismaeel bin Umar, *Al Badaia Wl Nahia* (Beirut: Baitul Afkar,2004),1:82,Ibn-e-Hisham,2:32.
[16]Ibn e Saad, Muhammad, *Al-Tabqaatul Kubra* (Beirut:Darul Ahya), 3:15
[17]Abi Jafar Ibn Jareer Tabri, *Tareekh Alrusal wal Malook* (Beirut: Dar Ibn Kahteer,2007),3:30-31
[18]Abdul Rahman Ibn Ali -Ibn e Jozi, *Al Wafa Bi Ahwal al-Mustafa* (Riaz: AL Moosatul Sadia,1386 H),2:465
[19]Al-Bukhari, 1:1181.
[20]Al-Bukhari, Hadith,6
[21]Ahmad Ibn Ali Ibn Hajar, *Fath al-Bari* (Cairo: Dar al-Rayan,1981),1:45
[22]Ibn e Saad, 2:30.
[23]Ibn e Hisham, 1:456.
[24] Muhammad Ibn Ahmad Al-Qurtubi, *Al Jamaia al-Ahkam al-Quran*(Beirut: Al-Risala,2006 AD),159, Ibn e Saad,2:133, Ibn e Hisham,1:654
[25]Muhammad Ibn Abdullah al-Hakam, *Mustadrak al-Hakam*(Beirut :Dar ul Kutub al-Ilmiyya,2002AD),2:649
[26]Ismaeel Umar Ibn Kathir, *Tafseer al-Quran al-Azeem* (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya,1998AD),2:43.
[27]Aal-e- Imran 3:59
[28]Aal-e- Imran 3:61
[29]Hakim, *Mustadrak e Hakam,*2:649, Qurtubi, *Al Jamaia al-Ahkam al-Quran,*5:159

[30] Mahmood Ahmad Zakrooq, *Al Ishtisraq wa al-Khalfia al-Fikriya Li al-sara al-Hazari* (Beirut: Dar al-Maarif), 22-23.
[31]Muhammad Tanzeel Siddiqui, *Al Waqia Journal*,No6:5, September, October,2012 AD
[32] Najeeb Al- Aqiqi, *Al Mushtasriqoon* (Makkah: Dar al-Maarif,1994),1:72
[33]Mahmood Ahmad Ghazi ,*Khutbaat e Karachi*(Karachi: Zawwar Academy),250
[34]Ali bin Ibrahim Numla,, *Al-ishtishraq ww al-Darasa al-Islamia*(Maktaba al-Tooba,1998), 95
[35]Norman Danial, Islam and the west: *The making of an image* (oxford,1993) , 69, Hugg Goddard *A History of Christian-Muslim Relations*(Edinburgh University press,2000) ,95.
[36]http://magazine.mohaddis.com/shumara127-apr1-1820/1976Isla mohammad
[37]Urdu Daira *Maarif-e-Islamia*(Lahore: Punjab University,1973), 12:219.
[38]Norman Daniel, *Heroes and Saracens*(Edinburgh: University press,1984) ,142; Norman Daniel, *Islam and the west*(one world press,1960), 267,Said.Edward:Orientalism (London:penguin,1977) , 61-63, Albert Heurani, *Islam in European thought*(Oxford press1980),Hafiz Mahmud khan Shriani, *Early Christian legends and fablesconcerning isalm*, luzac.
[39]Al- Aqiqi, Al Mushtasriqoon, 122
[40]Al- Aqiqi, Al Mushtasriqoon, 124
[41]Al- Aqiqi, Al Mushtasriqoon, 131
[42]Al- Aqiqi, Al Mushtasriqoon, 120-21
[43]Abdul Rahman Sbahuddin, Islam aur Mustashriqeen(Azam Gar: Dar al-Mussinefeen,2002AD),2-2122.
[44]Al-Aqiqi, Al Mushtasriqoon,152
[45]Al-Aqiqi, Al Mushtasriqoon,546
[46]Phillips. K. Hitti, Islam and the west, 54
[47]Phillips. K. Hitti, Islam and the west, 54
[48]Shibli Nomani, Seerat ul Nabi (Karachi: Dar ul Ishaait,1994).1:64
[49]Bosworth Smith, Mohammad and Mohammadanis(New york,1857), 63
[50]Edward Said, Orientalism, 100
[51] Abdul Qadir Jeelani, Islam, Pagambar-e-Islam aur Mustashriqeen Mughrab Ka Andaz e Fikar(Lahore: Kitab saraiy,2010),210-11
[52]Mustafa al-Sibai, Al-Istashraq Wa al-Mustashriqoon Ma Lahum Wa Ma Alaihim, transtaled by Naeemi, Noor ul Hasan Khan, Ishtisraq Aur Mushtasriqeen Aik Tarikhi Tanqedi Mutala (Gujrat: Markaz Ahle Sunnat),27-28.
[53]Cheryl Bernard, Civil Democratic Islam(Washington DC: Partners Resources, and Strategies,Rand Corporation),63
[54].http://www.archives2012.ghazali.net/AMP_special_reports_on_Rand_Corporation__2012.pdf